صلح حدیبیہ

شیخ طریقت متکلم اسلام
مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

علماء دیوبند کے علوم کا پاسبان
دینی وعلمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیلیگرام چینل
حنفی کتب خانہ محمد معاذ خان
درس نظامی کیلئے ایک مفید ترین
ٹیلیگرام چینل

خانقاہ حنفیہ، مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا

عنوانات ایک نظر میں

بیعت رضوان کے قریش پر اثرات:....... 4

بدیل بن ورقاء خزاعی کی حاضری: 4

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصولی موقف:................................ 4

بدیل بن ورقاء کی واپسی:................. 5

قریش مکہ سے بات چیت:................ 6

عروہ بن مسعود ثقفی (رضی اللہ عنہ) کی گفتگو:..... 6

عروہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کی بارگاہ نبوی میں حاضری: 6

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عروہ (رضی اللہ عنہ) سے مکالمہ: 7

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ کا عروہ (رضی اللہ عنہ) کو روکنا: 7

عروہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) واپس آئے: 8

حلیس بن علقمہ کنانی کی آمد: 9

حلیس بن علقمہ کی قریش مکہ کو دھمکی:... 10

مکرز بن حفص کی آمد:................ 10

سہیل بن عمرو کی آمد: 10

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیک فالی: 11

معاہدہ کی تحریر لکھی جانے لگی: 11

رسول اللہ کے الفاظ پر اعتراض: 11

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مودبانہ انکار: 11

صلح نامے کی شرائط: 12

ابوجندل رضی اللہ عنہ کی مکہ سے حدیبیہ آمد: 13

ابوجندل رضی اللہ عنہ کو تسلی: 13

حالات کا گہرا اثر: 14

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اظہارِ تعجب: 14

جوابِ صدیقی فنا فی الرسول کا آئینہ دار: 14

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آس: 15

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا دانش مندانہ کردار: 15

احرام کھول کر جانور ذبح کر دیے: 16

صلح حدیبیہ کے فوائد و ثمرات: 16

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے صلح میں خیر رکھی ہے۔ذیل میں اس صلح کے حوالے جانتے ہیں جسے صلح حدیبیہ کہتے ہیں۔

بیعت رضوان کے قریش پر اثرات:

قریشِ مکہ کو جب اس بات کا علم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے اپنے ہمراہ آئے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت علی الموت لی ہے تو وہ بہت زیادہ مرعوب اور خوف زدہ ہوئے اور صلح کے لیے مجبوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قاصدوں کو پیغامات دے کر بھیجنا شروع کیا۔

بدیل بن ورقاء خزاعی کی حاضری:

قبیلہ خزاعہ جو ابھی تک مسلمان نہ ہوا تھا لیکن شروع سے مسلمانوں کا خیر خواہ اور راز دار رہا تھا، مشرکین مکہ کی اسلام دشمن سازشوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو باخبر رکھا کرتا تھا۔ اسی قبیلہ کے سردار بدیل بن ورقاء خزاعی اپنے قبیلے کے چند اشخاص کو لے کر پہنچا اور خدمت اقدس میں عرض کی: قریش نے مکہ کے قریب حدیبیہ کے پاس پانی کے چشموں پر اپنے بڑے لشکر کو جمع کر لیا تاکہ آپ کو بیت اللہ سے روک سکیں اور اگر مزاحمت ہو تو طویل عرصے تک جنگ کرنے کے لیے اپنے ساتھ دودھ والی اونٹیاں بھی لے آئے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصولی موقف:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم صرف عمرہ کے لیے آئے ہیں۔

کچھ عرصے سے جاری لڑائیوں نے قریش کو کمزور کر دیا ہے اگر وہ چاہیں تو میں ان کے لیے صلح کی ایک مدت مقرر کر دیتا ہوں اور وہ اس مدت میں میرے اور دوسرے لوگوں کے درمیان رکاوٹ نہ ڈالیں۔ اگر اللہ کے فضل سے میں غالب آ جاؤں تو پھر ان کو اختیار ہے اگر خوشی سے میرے دین میں داخل ہونا چاہیں، تو ہو جائیں جیسا کہ ان کے علاوہ دوسرے لوگ داخل ہو رہے ہیں فی الحال کچھ عرصے کے لیے آرام کریں اور اگر اس دوران کوئی اور مجھ پر غالب آ جائے تو پھر ان کی مراد پوری ہو جائے گی۔ لیکن اتنی بات ضرور ذہن میں رکھنا کہ اللہ تعالیٰ ضرور اپنے دین کا غالب فرمائیں گے۔ اور اس نے جو دین کے ظہور، غلبہ اور فتح و نصرت کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ اور اگر قریش میری بات نہیں مانتے تو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں ضرور ان سے جہاد و قتال کروں گا (ان کی گردنیں کاٹتا رہوں گا) یہاں تک کہ (اس مقابلے میں) میری گردن بھی کٹ جائے۔

بدیل بن ورقاء کی واپسی:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ باتیں سن کر بدیل بن ورقاء واپس قریش کے پاس گئے اور ان سے کہا: ہم اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے کچھ باتیں سن کر آ رہے ہیں اگر آپ لوگ چاہتے ہیں تو میں وہ باتیں آپ کو سنا دوں؟ اس پر کچھ احمق و نادان لوگوں نے کہا کہ ہمیں اس کی باتیں سننے کی ضرورت نہیں۔ اور نہ ہی ہم اس کی باتیں سننا پسند کرتے ہیں۔ مگر قریش کے چند سمجھ دار لوگوں نے کہا کہ ہاں آپ ہمیں وہ باتیں سنائیں جو آپ سن کر آ رہے ہیں۔

قریش مکہ سے بات چیت:

بدیل بن ورقاء نے کہا: اے قریش! آپ لوگ جلد باز ہو۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم سے لڑنے کے لیے نہیں بلکہ صرف عمرہ کرنے کے لیے آئے ہیں۔ (تم سے دب کر نہیں بلکہ تمہاری خیر خواہی کے طور پر) تم سے صلح کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ قریش مکہ نے جواب دیا کہ بے شک وہ عمرے کے ارادے سے آئے ہیں، لڑائی کے لیے نہیں پھر بھی وہ مکہ میں داخل نہیں ہوسکتے۔

عروہ بن مسعود ثقفی (رضی اللہ عنہ) کی گفتگو:

اس موقع پر عروہ بن مسعود ثقفی (بعد میں مسلمان ہوگئے تھے۔ رضی اللہ عنہ) نے کھڑے ہوکر کہا: کیا تم میرے لیے اولاد کی طرح (خیر خواہ) نہیں؟ اور میں تمہارے لیے باپ کی طرح (شفقت کرنے والا) نہیں؟ لوگوں نے کہا کہ بے شک کیوں نہیں۔ عروہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا: کیا آپ لوگ میرے ساتھ کسی قسم کی کوئی بدگمانی رکھتے ہو؟ لوگوں نے جواب میں کہا: ہرگز نہیں۔ عروہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا: اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہاری بھلائی کی بات کی ہے۔ میرے نزدیک اس (معقول) بات کو ضرور قبول کرلینا چاہیے۔ اور مجھے (اپنی نمائندگی اور ترجمانی کی) اجازت دو کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مل کر اس بارے گفتگو کرسکوں۔ قریشیوں نے جواب دیا کہ بہتر ہے آپ مل کر گفتگو کرلیں۔

عروہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کی بارگاہ نبوی میں حاضری:

عروہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے وہی گفتگو فرمائی جو اس سے پہلے بدیل سے فرما

چکے تھے۔ عروہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ نے کبھی یہ بات سنی ہے کہ کسی کو اس کی قوم نے ہلاک کیا ہو؟ اگر دوسری صورت پیش آگئی یعنی قریش کو آپ پر غلبہ ہوا تو میں دیکھ رہا ہوں کہ مختلف قوموں کے لوگ جو ابھی تو آپ کے ساتھ ہیں وہ اس وقت آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عروہ (رضی اللہ عنہ) سے مکالمہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے جب عروہ (رضی اللہ عنہ) نے یہ بات کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عروہ! (رضی اللہ عنہ) (تم کیسی بات کر رہے ہو بھلا) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟ عروہ (رضی اللہ عنہ) نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ عروہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا: اللہ کی قسم! اگر مجھ پر آپ کا احسان نہ ہوتا جس کا میں ابھی تک بدلہ نہیں چکا پایا تو میں آپ کی بات کا ضرور جواب دیتا۔ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو شروع کر دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ کا عروہ (رضی اللہ عنہ) کو روکنا:

عروہ (رضی اللہ عنہ) گفتگو کے دوران بار بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کو ہاتھ لگاتے۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ (جو رشتے میں عروہ کے بھتیجے تھے) ایک خَود (جنگی ٹوپی) پہنے اور ننگی تلوار لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ ہونے کے فرائض سر انجام دے رہے تھے۔ بارگاہ نبوی میں اپنے چچا کی اس حرکت کو گوارا نہ کرتے ہوئے فرمایا: عروہ (رضی اللہ عنہ!) اپنا ہاتھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک داڑھی سے دور کرو، مشرک اس قابل نہیں کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ بھی لگا سکے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے چونکہ خود پہن کر اپنے منہ کو چھپایا ہوا تھا اس لیے عروہ (رضی اللہ عنہ) آپ کو پہچان نہ سکا اور غصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یہ کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا بھتیجا مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ عنہ) ہے۔

عروہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) واپس آئے:

عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَا... إِنَّ عُرْوَةَ جَعَلَ يَرْمُقُ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَيْنَيْهِ قَالَ: فَوَاللهِ مَا تَنَخَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ، وَإِذَا أَمَرَهُمُ ابْتَدَرُوا أَمْرَهُ، وَإِذَا تَوَضَّأَ كَادُوا يَقْتَتِلُونَ عَلَى وَضُوئِهِ وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ وَمَا يُحِدُّونَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيمًا لَهُ. فَرَجَعَ عُرْوَةُ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ: أَيْ قَوْمِ وَاللهِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى الْمُلُوكِ وَفَدْتُ عَلَى قَيْصَرَ وَكِسْرَى وَالنَّجَاشِيِّ وَاللهِ، إِنْ رَأَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعَظِّمُهُ أَصْحَابُهُ مَا يُعَظِّمُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَمَّدًا. وَاللهِ، إِنْ تَنَخَّمَ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ، فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ، وَإِذَا أَمَرَهُمُ ابْتَدَرُوا أَمْرَهُ وَإِذَا تَوَضَّأَ كَادُوا يَقْتَتِلُونَ عَلَى وَضُوئِهِ، وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ وَمَا يُحِدُّونَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيمًا لَهُ۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث:2732)

ترجمہ: حضرت مسور بن مخرمہ اور مروان رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ عروہ بن مسعود (قبول اسلام سے پہلے قریش مکہ کی طرف سے نمائندہ بن کر آئے تو) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جائزہ لیتے رہے اور

قریش مکہ سے کہنے لگے: اے قوم! اللہ ربّ العزت کی قسم! میں (بڑے بڑے) بادشاہوں کے درباروں میں وفد لے کر گیا ہوں، میں قیصر و کسری اور نجاشی جیسے بادشاہوں کے درباروں میں گیا ہوں۔ لیکن خدا کی قسم! میں نے کوئی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا کہ اس کے درباری اس کی اس درجہ تعظیم کرتے ہوں جیسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! جب وہ لُعابِ دہن زمین پر ڈالنا چاہتے ہیں تو ان کا لعاب دہن کسی نہ کسی صحابی کی ہتھیلی پر ہی گرتا ہے، جسے وہ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے۔ جب وہ کوئی حکم دیتے ہیں تو فوراً ان کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے، جب وہ وضو فرماتے ہیں تو یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ لوگ ان کے وضو کا استعمال شدہ پانی حاصل کرنے کی سعادت حاصل کرنے لیے ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جائیں گے وہ ان کی بارگاہ میں اپنی آوازوں کو آہستہ رکھتے ہیں اور انتہا درجہ تعظیم کے وجہ سے وہ ان کی طرف آنکھ بھر کر دیکھ نہیں سکتے۔

حلیس بن علقمہ کنانی کی آمد:

عروہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کی گفتگو سننے کے بعد حبشیوں کے سردار حلیس بن علقمہ کنانی نے قریش مکہ سے کہا کہ مجھے اجازت دیں میں مل کر آتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ قربانی کے جانوروں کو کھڑا کر دو۔ آنے والا شخص ان لوگوں میں سے ہے جو قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرتے ہیں۔ حلیس قربانی کے اونٹوں کا کھڑا دیکھ کر راستے سے ہی واپس ہو گیا اور قریش سے جا کر کہنے لگا: رب کعبہ کی قسم! یہ لوگ صرف عمرہ کرنے کے لیے آئے ہیں انہیں بیت اللہ سے نہیں روکا جا سکتا۔ قریش نے اس سے کہا: بیٹھ

جا! تو جنگل کا رہنے والا ہے تجھے معاملات کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔

حلیس بن علقمہ کی قریش مکہ کو دھمکی:

حلیس کو غصہ آیا، کہا: اے قریش! خدا کی قسم! ہم نے تمہارے ساتھ اس لیے عہد و پیمان نہیں کیا تھا کہ جو شخص محض بیت اللہ کی زیارت کے لیے آئے، اس کو بیت اللہ سے روکا جائے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں حلیس کی جان ہے اگر تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بیت اللہ کی زیارت سے روکو گے تو میں اپنے قبیلے والے تمام حبشیوں کو لے کر تم سے علیحدہ ہو جاؤں گا۔ قریش نے کہا: اچھا آپ ناراض نہ ہوں بیٹھئے! ہم ذرا اس معاملے پر اچھی طرح غور کر لیں۔

مکرز بن حفص کی آمد:

اس کے بعد مکرز بن حفص اٹھا اور کہا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو کر آتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکرز کو آتا ہوا دیکھ کر فرمایا: یہ برا شخص ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک کا اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ اسی مکرز نے کچھ دن پہلے پچاس آدمیوں کو ساتھ لا کر آپ پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس کے ساتھی گرفتار ہو گئے تھے جبکہ یہ بچ نکلا تھا۔

سہیل بن عمرو کی آمد:

مکرز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کر ہی رہا تھا کہ قریش نے سہیل بن عمرو کو بھیج دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں کا ارادہ صلح کرنے کا ہے اس لیے "سُہیل" کو بھیجا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیک فالی:

سُہیل چونکہ تصغیر کا صیغہ ہے جو تقلیل پر دلالت کرتا ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نیک فالی لی کہ اب معاملہ میں کچھ نرمی کی امید ہے سہیل نے کہا کہ ہمارے درمیان معاہدہ تحریری طور پر آجائے۔

معاہدہ کی تحریر لکھی جانے لگی:

اس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو بلایا اور فرمایا، لکھو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سہیل نے کہا: رحمٰن کیا ہے؟ میں نہیں جانتا۔ اس نے کہا کہ (عربوں کے قدیم دستور کے مطابق) بِاسْمِكَ اَللّٰھُمَّ لکھا جائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ علی! یہی لکھ دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوایا: هٰذَا مَاقَاضٰی عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ الله یہ وہ معاہدہ ہے جو محمد رسول اللہ کی طرف سے ہے۔

رسول اللہ کے الفاظ پر اعتراض:

اس پر سہیل نے اعتراض کرتے ہوئے کہا یہی تو جھگڑا ہے اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول مانتے تو بیت اللہ آنے سے کیوں روکتے؟ اور جنگ کیوں کرتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگرچہ تم جھٹلاتے رہو لیکن صحیح بات یہی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ سہیل نے کہا کہ محمد بن عبد اللہ لکھا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی! پہلا لکھا ہو امٹا دو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مودبانہ انکار:

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ محبت کی دونوں رمزوں سے آشنا تھے

کہ کبھی محبت کا تقاضا الامر فوق الادب ہے کہ حکم کا درجہ ادب سے زیادہ ہوتا ہے اور کبھی محبت کا تقاضا الادب فوق الامر ہوتا ہے یعنی حکم کے باوجود ادب کی انتہا کو فوقیت دی جائے۔ اس لیے نے نہایت مودبانہ لہجے میں عرض کی: بھلا میں کیسے مٹا سکتا ہوں؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے وہ جگہ بتاؤ جہاں رسول اللہ لکھا ہے میں خود مٹا دیتا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انگلی رکھ کر وہ جگہ بتلا دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھوں سے اس لفظ کو مٹا دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو محمد بن عبد اللہ لکھنے کا حکم دیا۔

صلح نامے کی شرائط:

بالآخر فریقین کی رضا مندی کے ساتھ درج ذیل شرائط پر ایک "عہد نامہ" مرتب ہوا۔

1: دس سال تک فریقین کے درمیان کوئی لڑائی نہیں ہوگی۔

2: اگر کوئی شخص اپنے وارثوں کی اجازت کے بغیر مسلمان ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے گا آپ اسے واپس کریں گے۔

3: جو شخص مسلمانوں میں سے قریش کے پاس آئے گا اسے نہیں لوٹایا جائے گا۔

4: اس سال آپ عمرہ کیے بغیر ہی واپس جائیں اور آئندہ سال آکر عمرہ ادا کریں۔

5: مسلمان صرف تین دن مکہ میں ٹھہر سکتے ہیں اور اپنے ہتھیاروں کو نیاموں میں بند رکھنے کے پابند ہوں گے۔

جس وقت یہ عہد نامہ مرتب ہو رہا تھا اس وقت متحدہ قبائل کو مکمل طور

پر یہ اختیار دیا گیا کہ وہ جس کسی کے عہد میں شامل ہونا چاہیں، ہو جائیں۔ قبیلہ بنو خزاعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جبکہ قبیلہ بنو بکر قریش کے عہد میں شامل ہوا۔

ابو جندل رضی اللہ عنہ کی مکہ سے حدیبیہ آمد:

ابھی صلح نامہ لکھا ہی جا رہا تھا کہ سہیل بن عمرو کے بیٹے ابو جندل رضی اللہ عنہ (جو اس واقعے سے پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے) پاؤں میں بیڑیاں ڈالے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ سہیل بن عمرو نے ان کو دیکھتے ہی کہا کہ یہ پہلا شخص ہے جو عہد نامے کے مطابق واپس ہونا چاہیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی صلح نامہ مکمل لکھا نہیں گیا (لکھے جانے اور اس پر فریقین کے دستخط ہونے کے بعد نافذ العمل ہونا چاہیے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار سہیل بن عمرو سے فرمایا، لیکن سہیل نے اسے تسلیم نہ کیا۔ آخر کار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جندل رضی اللہ عنہ کو سہیل کے حوالے کر دیا۔

ابو جندل رضی اللہ عنہ کو تسلی:

ابو جندل رضی اللہ عنہ نے حسرت بھری آہ بھری۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا: یَا اَبَا جُنْدَل اِصْبِرْ وَاحْتَسِبْ ۔۔ اِنَّ اللہَ جَاعِلٌ لَّكَ فَرَجًا وَمَخْرَجًا۔

ابو جندل! صبر سے کام لو اور اللہ سے اچھی امید رکھو ہم وعدہ خلافی کرنے والے لوگ نہیں بہت جلد اللہ تعالیٰ تمہاری نجات کا راستہ نکالیں گے۔

حالات کا گہرا اثر:

حالات ایسے تھے کہ مدینہ طیبہ سے عمرہ کا (اس سال نامکمل) سفر، راستہ میں رکاوٹیں، صلح نامے میں بظاہر کفار کے حق میں نرم شرائط، ان کی قید سے نکل کر آنے والے مظلوم مسلمان کی واپسی وغیرہ۔ ان تمام حالات کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر گہرا اثر پڑا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اظہارِ تعجب:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا آپ اللہ تعالیٰ کے برحق نبی نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بالکل برحق نبی ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کی: کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اس وقت کے موجودہ حالات کو سامنے رکھتے ہوئے) عرض کی: (جب آپ برحق نبی ہیں، ہم حق پر ہیں تو) ہم یہ سب کیوں برداشت کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ کا رسول اور برحق نبی ہوں، اس کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا وہ ذات ہماری مدد فرمائے گی۔

جوابِ صدیقی فنافی الرسول کا آئینہ دار:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے اٹھ کر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور اپنے وہی سوالات دہرائے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کے سوالوں کے من و

عن وہی جواب دیے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے تھے۔

فائدہ: ان تمام حالات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ مبارک ظاہری اسباب پر تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ اقدس بذریعہ وحی مسبب الاسباب کے حکم اور حکمتوں پر تھی۔ فنافی الرسول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قلب مبارک پر قلب نبوت کے اثرات پڑ رہے تھے اس لیے آپ رضی اللہ عنہ کا جواب لفظ بلفظ وہی تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آس:

صلح نامہ سے فارغ ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا: اپنے احرام کھول دو، قربانی کے جانور ذبح کر لو اور اپنے سر منڈوا لو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خواہش یہ تھی کہ ہم عمرہ کر کے واپس جائیں۔ اس آس میں تھے کہ شاید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عمرہ کی ادائیگی کا حکم مل جائے۔ اس لیے تامل سے کام لیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تین مرتبہ یہی ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد خیمے میں تشریف لائے اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اس معاملے سے آگاہ فرمایا۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا دانش مندانہ کردار:

آپ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ”یارسول اللہ! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ سب احرام کھول دیں؟ تو پھر ایسا کریں کہ آپ باہر نکل کر کسی سے کوئی بات نہ کریں اور اپنے جانور ذبح فرما دیں اور بال مونڈنے والے کو بلا کر اپنے بال مونڈا

لیں۔" چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا اور باہر نکل کر اپنا جانور ذبح کر دیا اور بال منڈا لیے۔ اس کو دیکھتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وہ آس بھی ختم ہو گئی کہ شاید عمرہ کی ادائیگی کا حکم مل ہی جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی احرام کھول دیے اور اپنے جانور ذبح کر ڈالے اور آپس میں ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے۔

احرام کھول کر جانور ذبح کر دیے:

مسلمانوں نے قربانی کے جانوروں کو اسی مقام پر ذبح کیا اور احرام کھول دیا۔ مسلمان کچھ اور سوچ کر سفر کے لیے نکلے تھے لیکن معاملہ بالکل برعکس ظاہر ہوا تو بے انتہا صدمے سے دوچار ہوئے، حدیبیہ سے واپسی پر مکہ و مدینہ کے درمیانی جگہ پہنچے تو سورۃ فتح کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کو کھلی اور واضح فتح عطا فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع فرمایا اور وحی الٰہی سنائی ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ظاہری طور پر جس صلح کو شکست سمجھے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ اسے حقیقی و باطنی طور فتح مبین قرار دیا۔ حالات کے تناظر میں بعض نے ازراہ تعجب عرض کی: اَوَ فتح ھو؟ کیا یہ بھی فتح کہلاتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک یہ عظیم الشان فتح ہے۔

صلح حدیبیہ کے فوائد و ثمرات:

- اس صلح کی وجہ سے وہ دوریاں دور ہوئیں جن کے ہوتے ہوئے آپس میں مل جل نہیں سکتے تھے۔

❖ اس صلح کی وجہ سے جو لوگ اپنا اسلام ظاہر نہیں کر سکتے تھے وہ اعلانیہ طور پر اپنا اسلام ظاہر کرنے اور اس پر عمل کرنے لگے۔

❖ یہ اسی صلح کے ثمرہ تھا کہ صلح حدیبیہ سے لے کر فتح مکہ تک کے مختصر عرصے میں اتنی کثرت سے لوگ مسلمان ہوئے کہ ابتداء بعثت سے لے کر اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

اللہ رب العزت ہمیں اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

پیر، 28 جون، 2021ء